میں ایک درخت ہوں!

خرم مراد

میں ایک سرسبز و شاداب اور تندرست و توانا درخت ہوں۔

میرے جیسے کروڑوں اربوں درخت دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ دانے اور گٹھلی کے پھاڑنے والے نے زمین کا سینہ چیر کر میری کونپل نکالی تو میں ایک ننھا منا پودا تھا۔ اس نے میری پرورش کی تو مجھے لاکھوں قسموں' صورتوں اور رنگوں میں پروان چڑھایا۔ چھوٹا بھی بنایا اور بڑا بھی۔ کیلیفورنیا میں صنوبری نسل کے ریڈووڈ کی صورت میں' میں ۳۰۰ فٹ سے زیادہ لمبا ہوتا ہوں۔ میری جنس ۳ ارب سال سے موجود ہے۔ اگرچہ میں ننھا منا سا بھی مرجھا جاتا ہوں لیکن سب سے زیادہ طویل العمر زندہ مخلوق بھی میں ہی ہوں۔ ۴ ہزار سال تک کی عمر پاتا ہوں۔

میرے ہم جنس زمین سے اگنے والے پودوں کی اقسام و انواع کا کوئی شمار نہیں۔ ۱۰ لاکھ سے کم تو کسی صورت بھی نہیں۔ سب ۳۰۰ فٹ کے کیم شحیم ہی نہیں' اتنے چھوٹے بھی ہوتے ہیں جیسے یہ جراثیم اور بیکٹریا' یہ بھی پودے ہیں۔ یہ کائی' یہ بھی پودے ہیں۔ ۲۰ لاکھ جراثیم ایک جگہ جمع کریں تو ۲ انچ جگہ بھی نہ بھرے گی۔

جہاں ذرا نمی ہو' ذرا جڑ پکڑنے کی جگہ' اور ذرا گرمی' وہاں میں موجود ہوتا ہوں۔ سمندر میں' دریا میں' مٹی پر' چٹانوں میں' ہر جگہ۔ ایک چوتھائی زمین صرف جنگلات سے بھری ہوئی ہے لیکن آج سے ۱۰ ہزار سال پہلے یہ رقبہ دوگنا تھا۔ یہ تو اس ایک صدی میں بڑی تیزی کے ساتھ مجھے کاٹا جا رہا ہے۔

بدقسمتی سے حضرت انسان کو کچھ پتا ہی نہیں کہ میں ان کی زندگی کے لیے کتنا قیمتی اور ناگزیر ہوں۔ میں نہ ہوتا تو انسان کیا' کوئی بھی حیوان میرے بغیر زندہ نہ رہ سکتا۔ انسان ذرا اپنی خوراک کو ہی دیکھ لے! اسے کچھ اندازہ ہوگا کہ اس کے اور میرے خالق نے اسے سامان زیست بہم پہنچانے اور رزق دینے کے سارے کام پر مجھے اور میرے ہم جنس پودوں ہی کو مامور کیا ہے۔ اگر اسے اس کا ذرا بھی احساس ہو جائے کہ میں' اپنے خالق کے حکم کی تعمیل میں' کتنے حیرت انگیز طریقے سے اس کی زندگی کی بقا کا سامان کرتا ہوں' تو وہ اس کے سامنے اتنی ناشکری نہ کرے اور اتنی اکڑ فوں نہ دکھائے۔ اور کچھ میری بھی قدر کرے اور میرے ساتھ وہ ظلم نہ کرے جو آج کل وہ کر رہا ہے۔ اس لیے کہ یہ اس کے

بس میں نہ تھا کہ وہ مجھے بناتا۔

(بھلا وہ کون ہے جس نے) تمھارے لیے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعے سے وہ خوش نما باغ اگائے جن کے درختوں کا اگانا تمھارے بس میں نہ تھا۔

انسان کے لیے میری خدمات ان گنت اور انمول ہیں۔ جن کو وہ بنا نہیں سکتا، گن نہیں سکتا، نہ ان کی تہہ تک پہنچ سکتا۔ میری خدمات کی قیمت ڈالروں اور روپوں میں نہیں لگائی جا سکتی۔ مگر چونکہ آج کے زمانے میں ڈالر کا راج ہے، اس لیے میں یہ بھی بتاتا چلوں گا کہ انسان نے میرے انمول کاموں کا مول کتنے کتنے ڈالر لگایا ہے۔ انسان کہتا ہے: میں صرف ایک درخت، ہر سال قومی معیشت میں ۳ ہزار ۷ سو ڈالر، ایک لاکھ ۱۵ ہزار ۵۱۱ روپے کا اضافہ کرتا ہوں۔ اس میں ان کارخانوں کی سرمایہ کاری شامل نہیں جو میرا کام کرنے کے لیے بنانا پڑتے، نہ پھر ان کے ماحولیاتی نقصانات کی قیمت۔

پیدا کرنے والے نے مجھے ایسا بنایا ہے کہ میں صرف پانی ہوا اور روشنی پر زندہ رہتا ہوں۔ زندہ رہنے کے لیے حکم ربی کے سوا ان کے علاوہ میں اور کسی رزق کا محتاج نہیں۔ جبکہ میرے سوا کوئی ذی حیات مخلوق اپنی خوراک خود نہیں بناتی، میں اپنی خوراک خود بناتا ہوں۔ اس خوراک سے میرے سب تنے، شاخیں، پتے، پھل اور پھول بنتے ہیں۔ میری پرورش بھی ہوتی ہے، تمام حیوانات کی بھی اور انسان کی بھی۔ وہ گوشت کھائیں، دودھ پئیں، سب کچھ میری بنائی ہوئی اس خوراک سے ہی بنتا ہے۔

میرے ایک ایک پتے میں جنھیں انسان بڑا حقیر سمجھتا ہے اور نوچ کے، کچل کے، مسل کے پھینک دیتا ہے میری خوراک سازی کا وہ کارخانہ لگا ہوا ہے۔ اسی خوراک سے سارے بندوں کے لیے رزق کا سامان ہوتا ہے۔ انھی کارخانوں سے اسے سانس لینے کے لیے ہوا صاف ملتی ہے۔ (رزقاللعباد)۔ کیا حیرت انگیز خلاقی ہے!

میری جڑیں زمین میں ہوتی ہیں۔ ان جڑوں کے ذریعے میں زمین سے پانی لیتا ہوں۔ میرے تنے میں، شاخ میں، ہر پتے کی ڈنٹھل میں، ہر پتے کے جسم میں، پائپ لائنوں اور شریانوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ ایک پتا ہاتھ میں لیں تو ان کی لکیریں دکھائی دیں گی۔ جیسے انسان کی کھال پر سے خون کی چھوٹی چھوٹی نالیاں نظر آتی ہیں۔ یہ نالیاں ہر پتے کے کارخانہ میں پانی پہنچا دیتی ہیں۔ ہر پتا کا کنکشن جڑ کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ ہے واٹر سپلائی کا نظام!

میرے پتے کے جسم میں ننھے منے بے شمار سوراخ ہیں جیسے کھال میں مسام۔ یہ انسان کی آنکھ سے نظر نہیں آتے۔ سورج نکلتا ہے، روشنی اور حرارت پہنچتی ہے تو یہ سوراخ کھل جاتے ہیں اور میں سانس لینا شروع کر دیتا ہوں۔ رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو یہ سوراخ بند ہو جاتے ہیں۔ میں ہوا سے کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس حاصل کرتا ہوں۔ پتے کے اندر کلوروفل ہوتا ہے جس کا رنگ سبز ہوتا ہے۔ یہ کلوروفل پانی اور گیس کی کاربن کو ضیائی تالیف (photosynthesis) کے ذریعے سادی شکر میں

تبدیل کر دیتا ہے۔ شکر سازی کے اس عمل کے لیے (جو ارب ہا رب کارخانوں میں جاری رہتا ہے)
میں نہ ایندھن کا محتاج ہوں، نہ بند باندھ کر بجلی بنانے کا بلکہ ساری توانائی سورج سے حاصل کرتا
ہوں۔ اسی شکر سے میں نشاستے (starch) بناتا ہوں۔

اس شکر سازی کے عمل میں جو آکسیجن بچتی ہے، کچھ خود استعمال کرتا ہوں باقی میرا ہر پتا ایک
امانت کی طرح اپنے سوراخوں سے فضا کو واپس کر دیتا ہے۔ انسان سانس لیتا ہے تو آکسیجن خرچ کر کے
کاربن ڈائی آکسائیڈ فضا میں نکالتا ہے جس سے ماحول آلودہ ہوتا ہے۔ میرے پتے سانس لیتے ہیں تو ۶۰
۳ ٹن کاربن کو اپنے اور انسان کے لیے خوراک بنا کر فضا کو ۴۰۶ ٹن آکسیجن واپس کرتے ہیں۔ اس
طرح وہ ہوا کو صاف و پاک کرتے ہیں۔

جتنی خوراک کی پتے کو ضرورت ہوتی ہے وہ رکھ لیتا ہے، باقی میرے تنے اور شاخوں کو توانا
بنانے، نئی شاخیں بنانے، پھول پیدا کرنے، جن سے میری نسل کے تسلسل کا انتظام ہوتا ہے، اور بیج،
پھل اور دانے بنانے میں استعمال ہوتی ہے، جو انسان، پرندے اور جانور کھاتے ہیں۔

تعجب کی کیا بات ہے اگر میرا پیدا کرنے والا میرے ایک ایک پتے کی خبر گیری کرتا ہے جس طرح وہ
انسان کے جسم کے اربوں خلیوں میں سے ایک ایک خلیے کی نگہبانی کرتا ہے۔

اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بحر و بر میں جو کچھ ہے سب
سے وہ واقف ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتا ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو۔ زمین کے
تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو۔ خشک و تر سب کچھ ایک کھلی کتاب
میں لکھا ہوا ہے۔ (۶: ۵۹)

انسان نے اندازہ لگایا ہے کہ اگر وہ اپنی ٹیکنالوجی سے ہوا کی صفائی کا پلانٹ لگائے تو میرے برابر
کاربن گیس نکالنے پر ۴ ہزار اور آکسیجن فراہم کرنے پر ۲ ہزار روپے، سالانہ خرچ ہوں گے۔ پلانٹ کی
قیمت الگ رہی۔

رزق بنانا، رزق پہنچانا، ماحول صاف رکھنا تاکہ انسان کو غذا اور ہوا ملے، یہ تو میرا سب سے اہم
کام ہے، لیکن میری ہر چیز انسان کے کام آتی ہے۔ اب میں جلدی جلدی اپنی ی بڑی خدمات شمار
کراتا ہوں:

یہ کاغذ جس پر آپ پڑھ رہے ہیں، میرے گودے سے بنتا ہے۔ یہ میز کرسی جس پر آپ بیٹھے ہیں
یا پلنگ جس پر آپ لیٹے ہیں، اس کی لکڑی میں نے مہیا کی ہے۔ میں ۲۰ کیوبک فٹ کے قریب لکڑی
فراہم کرتا ہوں (قیمت ۱۵۵۰۰ روپے)۔ ماضی میں لکھنے کے لیے قلم سب میری ہی لکڑی سے بنتے
تھے۔ دانت صاف کرنے کے لیے ٹوتھ برش میں ہی دیتا ہوں۔

میں زیر زمین سے ۲۰ ہزار لیٹر پانی کا ذخیرہ کرتا ہوں اور اس طرح اسے ضائع ہونے سے بچاتا

ہوں (اس کی قیمت ۳۵۰۰ روپے ہے)۔ میں ہوا کی آلودگی جذب کر کے ماحول کو پاک و صاف رکھتا ہوں۔ ۷۰۰ کلو دھول گرد جذب کرتا ہوں، ۱۱۰۰ کلو دھول اور مکروہ چیزیں چھانتا ہوں، میرے پتے ہوا میں زہر اور تابکاری کو جذب کرتے ہیں (۱۰۰۰ روپے سالانہ)۔ میں فضا سے بدبوؤں کو رفع کرتا ہوں اور خوشبوئیں بکھیرتا ہوں (۱۰۰۰۰ روپے سالانہ)۔ اگر میں دفاع اور صفائی کی یہ ساری خدمات انجام نہ دوں تو سیکڑوں پرندے اور پھپھوندیاں زندہ نہ رہ سکیں گے (اس کی قیمت الگ لگا لیں)۔ میں دھوئیں اور دھند کو بھی صاف کرتا ہوں۔ اس صفائی کے لیے پلانٹ لگائے جائیں تو صرف جرمنی میں ان کی لاگت ۷۰۰ ارب روپے آئے گی۔ میں زمین کو کٹاؤ سے بھی بچاتا ہوں۔ میں ہر سال ۵۵ کلو نباتاتی مواد زمین تک پہنچاتا ہوں (۲۰۰۰ روپے کا)، چارا اور لکڑی اس کے علاوہ ہیں (۱۰۰۰ روپے کا)۔ یہ نباتاتی مواد تین سال میں سڑگل کے کھاد بن جاتا ہے۔ اس کھاد میں ۴ کلو جراثیم، ۴ کلو پھپھوندی، ۱۶ کلو زمینی کیڑے، ۳ کلو دوسرے حشرات ہوتے ہیں۔ (اس کی مانند گلانے سڑانے اور کھاد بنانے کے کارخانہ پر ۵۰۰۰ روپے کی لاگت آئے گی)

میں دھوپ میں سایہ اور بارش میں چھتری بن جاتا ہوں۔ میں پارکوں اور تفریح گاہوں میں حسن نظارہ اور تفریح کی لذت فراہم کرتا ہوں۔ میں زراعتی زمین کو بہتر بناتا ہوں۔ فصلوں اور پھلوں کو ہواؤں کے جھکڑ سے بچاتا ہوں۔ میں دوائیں فراہم کرتا ہوں، میری چھال اور پتیاں جو بے شمار کاموں میں استعمال ہوتی ہیں ان کا ذکر ممکن نہیں۔ گیس اور پٹرول اور آگ بھی مجھ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ابراہیم ۱۴: ۳۴)

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو ان کا احاطہ نہیں کر سکتے"۔

بدقسمتی سے انسان ترقی اور دولت کے لالچ میں تیزی سے درخت اور جنگلوں کا صفایا کر رہا ہے۔ وہ نادان ہے، نہیں جانتا کہ اس کے رب نے اس کی زندگی کو کس طرح میرے ساتھ باندھ دیا ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (الرحمٰن ۵۵: ۱۳)

"تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"۔

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ (الرحمٰن ۵۵: ۶)

"اور تارے اور درخت سجدہ ریز ہیں"۔

کبھی تم نے سوچا، یہ بیج جو تم بوتے ہو، ان سے کھیتیاں تم اگاتے ہو یا ان کے اگانے والے ہم ہیں؟ ہم چاہیں تو ان کھیتوں کو بھس بنا کر رکھ دیں اور تم طرح طرح کی باتیں بناتے رہ جاؤ۔ لوگو، بندگی کرو اپنے رب کی.... وہی تو ہے جس نے اوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمھارے لیے رزق بہم پہنچایا۔ (الواقعہ ۵۶: ۶۳-۶۵)